

"اقوام عالم میں خواتین کے حقوق کا تاریخی پس منظر" ایک تحقیقی مطالعہ

"HISTORICAL BACKGROUND OF WOMEN'S RIGHTS IN THE NATIONS OF THE WORLD" A RESEARCH STUDY

Dr. Khubaib ur Rehman

Lecturer, Department of Islamic Studies
Govt Allama Iqbal Graduate College, Paris Road Sialkot
khubaibrehman223@gmail.com

Dr. Abdul Rahman

A. Lecturer Department of Islamic Studies
University of Gujrat, Gujrat Pakistan
onlyimran2010@gmail.com

ABSTRACT:

The concept of women's rights has evolved across centuries, shaped by religious teachings, cultural practices, colonial influences, and ideological movements. While Western feminism has popularized a particular trajectory of women's liberation, a closer historical and linguistic analysis reveals that many notions embedded in modern discourse originate from deeper societal structures and philosophies. The English language terms for women such as 'woman' and 'female' carry etymological roots indicating subordination. 'Woman' comes from 'wifman' or 'wife of man', implying dependency. Similarly, 'female' is derived from the Latin 'femella', a diminutive of 'femina', suggesting a smaller or subordinate version. In Webster's Dictionary, 'female' has been explained as 'influenced by male', highlighting inherent linguistic biases.

Western feminism has emerged through multiple waves, from 19th-century suffragettes demanding voting rights, to second-wave feminism in the 1960s emphasizing gender equality and bodily autonomy. While these movements sought to empower women, critics argue that they often universalized Western values, sidelining non-Western traditions and socio-religious frameworks.

Islam introduced unprecedented rights for women in 7th-century Arabia, including inheritance, education, and the right to own property. The Qur'an directly addresses both men and women, emphasizing their spiritual and moral equality. Unlike the modern notion of 'equality' focused on sameness, Islam promotes 'justice' (عدل), recognizing gender roles while maintaining dignity and value for both sexes.

Colonial powers often framed Eastern societies as backward in their treatment of women to justify intervention. However, many reforms introduced during colonial rule disrupted traditional gender dynamics and imposed Western norms. This created tensions between local traditions and imposed modernities, often marginalizing indigenous voices.

Modern Challenges and Misinterpretations

The global discourse on women's rights today is frequently shaped by media, NGOs, and international bodies. While these entities promote valuable ideals such as education and protection from violence, they sometimes neglect cultural, religious, and philosophical differences. Consequently, efforts to 'liberate' women can become forms of cultural imperialism. Understanding women's rights demands a nuanced approach that honors both historical contexts and contemporary challenges. Islamic teachings offer a robust framework grounded in justice and dignity, while the Western feminist model brings attention to social inequalities. A fair analysis should not pit one against the other but strive to integrate insights from multiple traditions to construct a truly inclusive model of women's dignity and empowerment.

Keywords: Justice, Feminism, Colonialism, Language, Empowerment

انگریزی زبان میں عورت کے لیے Woman کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کا اصلی معنی آدھا مرد ہے اور لفظ she بنیادی طور پر he کا ضمیمہ ہے اور اس کے لیے دوسرا لفظ Female ہے اور اصل میں یہ Male کے نصف کا مطلب ظاہر کرتا ہے۔

Webster Dictionary میں Female کا معنی influenced by male کے لیے گئے ہیں اور اسی طرح ان لفظوں کو وضاحت کے

ساتھ بیان کیا گیا ہے:

“They are befriended a man and child. Some few have more of the man and many have more the child but most are but in the middlestate”.

”وہ (عورت) مرد اور بچے کے درمیان ہیں اور ان میں سے بعض مردوں جیسی خصوصیات رکھتی ہیں اور کچھ ان میں سے بچگانہ مزاج کی حامل ہوتی ہیں اور زیادہ درمیانی حالت ہوتی ہیں اور اسی طرح Woman سے مراد آدھی انسانیت بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی عیاں ہے کہ اہل مشرق اور اہل مغرب اس بات میں دلچسپی نہیں رکھتے جو Woman Rights کی تحریک کے علمبرداران عورتوں کو دلوانا چاہتے ہیں۔¹

اور اہل مغرب میں تحریک آزادی نسوان کے حامیوں کو Feminists سمجھا جاتا ہے جس کا مطلب ہے وہ عقائد اور نظریات جن کی وجہ سے عورتوں کے لیے سیاسی، معاشی اور معاشرتی طور پر مردوں کے حقوق کے برابر سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح مردوں کی ایک جماعت عام عورتوں کے مخالف تو نہیں، لیکن وہ تحریک نسوان کے علمبرداروں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، وہ اپنے لیے Womanist کی اصطلاح کو پسند کرتے ہیں، اسی طرح Neil Lynalون ان کا نام تحریک نسوان کے مشہور ناقدین میں ہوتا ہے، ان کی مشہور کتابیں “The Failure of Femisnism” اور “No more Sex War” ہیں اور ان کے مخالفان کو Anti-Woman ہونے کا طعنہ دیتے ہیں (عورتوں کی تحریک آزادی کے مخالف ہونے کا)۔

حقوق نسوان کا مفہوم:

جدید مغربی لوگ آزادی نسوان کے انتہا پسند علمبردار خواتین کو Manly woman تصور کرتے ہیں، ایسی عورتیں مردوں جیسی مشابہت رکھتی ہیں، جو نسوانیت سے بہت دور ہوتی ہیں۔ Eleanor Rosewelt امریکی صدر روز ویلٹ کی بیوی تھی ان کی خدمات انسانی حقوق اور حقوق نسوان کے حوالہ سے بے حد پسند کی جاتی ہیں، اس طرح ۱۹۴۸ء میں جب اقوام متحدہ کی کمیٹی نے انسانی حقوق کا آفاقی اعلامیہ کا ڈرافٹ تیار کیا وہ مسودہ تیار کرنے والی اس کمیٹی کی چیئر پرسن تھی۔ امریکہ میں ERA (مساوی حقوق کی ترمیم) اس تحریک کو امریکہ کی عورتوں نے مسترد کر دیا اور لیلیئر روز ویلٹ بھی Woman اور Man کی مطلق مساوات کی قائل نہ تھی، وہ خاندانی طور طریقوں کو پسند کرتی تھی، ایک موقع پر اس نے کہا:

”خواتین مردوں سے مختلف ہیں، ان کے فرائض مختلف ہیں، ہماری عورتیں جس طرح صحت مند ہوں گی وہ ایک خاندانی نظام کو بہتر طریقے سے چلانے کے قابل ہوں گی، کیونکہ ایک عورت کی محنت سارے خاندان کی صحت سے وابستہ ہوتی ہیں اور وہ اس قدر صحت مند بننے پر تیار ہوں گی۔“

مشہور مسز روز ویلٹ امریکی وہ عورتوں کے مساوی حقوق کے بارے میں قدرے مشتعل ہوئی کہ اس عورت نے اپنے آپ کو Feminist کہلانے سے صاف انکار کر دیا۔

امین احسن اصلاحی² نے ”پاکستانی عورت دور اسے پر“ اپنی کتاب میں خواتین کے لیے مترجما کی درجہ بندی کی ہے، یعنی وہ خواتین جو رُحل یعنی مرد بننے میں دلچسپی رکھتی ہیں اور امین احسن اصلاحی نے دوسرا نام انہیں متبرجات دیا ہے اور دوسری طرف اسلامی مفکر مولانا مودودی نے ان جیسی عورتوں کے لیے ”مکشوفات“ اور ”نا عورت“ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔³

آزادی تحریک نسوان کی علمبردار خواتین کے لیے کسی موزوں اصطلاح یا الفاظ کی جستجو کا مسئلہ صرف ان کے مخالفین کو ہی درپیش نہیں رہا ہے،

1 Some questions on feminism and its relevance in South Asia by Kamla Bahasin and Nighat said khan

2 امین احسن اصلاحی ۱۹۰۴ء-۱۹۹۷ء معروف مذہبی رہنما ہیں، ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء کو لاہور میں وفات پائی، آپ کی مشہور تفسیر تندر قرآن ہے۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا از قاسم محمود، ص: ۲۷۳

3 مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، پردہ، اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۳ کورٹ سٹریٹ، لوئر مال روڈ، لاہور، طبع ۱۹۵۸ء، نومبر ۲۰۰۲ء، ص: ۱۶۴

Feminism کے عقائد اور نظریات کو ماننے والے بھی اس الجھن کا شکار نظر آتے ہیں۔ اپنی ایک کتاب میں ایک انتہائی Feminsy لکھتی ہے:

There is forever in femisnist thought a problem of what term to apply when speaking of say “Women” is problematic I know that there will be times when I say “Women” without meaning “all Women”.⁴

”حامی فکر تحریک نسوں میں ہمیشہ یہ مسئلہ رہا ہے کہ جب کسی خاتون کا ذکر کیا جائے تو اس کے لیے کون سی اصطلاح استعمال کی جانی چاہیے، کیونکہ Women لفظ کا استعمال تو مسئلہ پیدا کرتا ہے، کئی دفعہ میں ویمن (عورت) کا لفظ استعمال کرتی ہوں، میں خیال کرتی ہوں کہ اس سے میری مراد تمام خواتین نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایک اور اصطلاح میں کثرت سے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

”Androgyny Websters“ کی ڈکشنری میں اس کے معنی بیان کیے جاتے ہیں:

“Having the characteristics of both male and female in one individual”.

”ایک انسان میں مرد اور عورت دونوں کی خصوصیات کا اکٹھا ہونا۔“

مگر Judith Even نے اپنی کتاب میں جو اس لفظ کے معنی درج کیے ہیں:

یعنی کہ نہ وہ عورت اور نہ وہ مرد⁵ Neither man , nor women

لیکن اسلام نے عورتوں کے لیے جو مفہوم بیان کیے ہیں وہ ان سب میں اعلیٰ اور مثالی ہیں۔

حقوق نسواں کا تعارف:

۱۹۴۷ء میں فردینڈ لڈ برگ نے ”Modern Woman: the lost sex“ (جدید عورت، صنف گم گشتی) کے نام سے انھوں نے تحریک نازن کے خلاف بہت مؤثر کتاب لکھی ہے، پہلے باب کا عنوان رجولیت پسند خواتین کے خلاف کس قدر نفرت کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ ”Chimaera or modern woman“ یعنی ڈائن یا جدید عورت Webster کی Dictionary کے مطابق Chimaera یونانی اصنام پرستی Mythology میں ایک ڈائن عورت کو کہتے ہیں جو اپنے منہ سے آگ کے شعلے نکالتی ہے، جس عورت کا سر شیر کا تھا اور اس عورت کا جسم بکری کا اور دم سانپ کی تھی۔ Androgynous تحریک نسواں کا ہدف معاشرے کا قیام ہے، جہاں مرد اور عورت کے تمام امتیازات کو مٹا دیا جائے گا، Gender پر مبنی اختلافات کو مٹانا اس تحریک آزادی نسواں کے اہم منشور کا حصہ ہے اور اس تحریک سے منسلک لوگوں کو انگلش زبان میں Femisnistic کہا جاتا ہے اور Femisnistic point of view سے مراد کسی بھی مسئلہ کو نسوانی تناظر میں دکھائی دینا اور اس تحریک سے منسلک افراد کا یہ کہنا ہے ”اسلامی نقطہ کی تشریح کرتے ہوئے نسوانی حقوق سے غفلت برتی گئی اور خواتین کے احساسات کو رد کیا گیا، ازواج تعداد کا معاملہ یا نکاح اور طلاق کے معاملات میں حقوق و فرائض کا تعین ہوا ان تمام معاملات میں خواتین کے حقوق کی نفی کی گئی ہے اور ایک انسان اور فرد کی حیثیت سے عورت کے جذبات سے کھلیا گیا ہے اور اس کے جذبات اور احساسات کو مجروح کیا گیا ہے جیسا کہ اسلام میں اور قرآن میں بیان ہوا ہے: الرجال قوامون علی النساء ”مرد عورتوں پر حاکم ہیں“۔ اسی طرح مرد خود کو عورتوں سے برتر تصور کرتے ہیں، نسواں کے اس طبقہ کا جارحانہ تقاضوں کو معروف میں نسوانی نقطہ نگاہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جہاں خواتین مردوں سے آزاد اپنی خودی، اپنی نظر، اپنا فکر اپنے لیے پسند کرتی ہیں اور مقابلے میں مردوں سے جارحیت کا اظہار کرتی ہیں۔

اور ہماری مرد و جہ اسلامی فکر ان کی جدت پسندی اور روایتی اسلوب سے نفرت پر تنقید کرتے ہوئے انہیں عورت کہنے اور کہلانے پر طعنہ زن ہے۔

اس تحریک نسواں کی علمبردار عورتوں کو ”عورت“ کہنا لفظ عورت کی توہین ہے اور اس کے برعکس معنوی تحریف ہے اس کا لغوی مطلب چھپی ہوئی مجسم حیا ہے، لیکن اہل مغرب کی عورت نے پردہ اور حجاب سے بہت پہلے آزادی حاصل کر لی تھی اور اس آزادی تحریک نسواں کی وجہ سے ان خواتین نے زیر اثر شرم و حیا کو چھوڑا بھی اٹار پھینکا ہے، لیکن اس امر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ایسی عورتوں کے لیے کون سا لفظ اور کون سی اصطلاح استعمال کی جانی چاہیے، یہ ذمہ داری تو ان خواتین کی تھی جو

⁴ “Femisnist Theory, today. An introduction to second wave femisnism” by Judith Evens, p.11

⁵ “Feminist Theory today. An introduction to second wave feminism” by Judith Evens, p.2

اہل مغرب کے زیر اثر تھی کہ اب وہ نسوانی تشخص سے جان چھڑانے کے بعد اپنے لیے نیا نام تجویز کریں، کیونکہ ان کا ذہن مختلف جدت طرازیوں اور روایتی اصطلاحات کی بجائے نئی جدت پسندیوں کی کھوج کرتا رہتا ہے اور لفظ ”عورت“ کے متعلق ان کی تخلیقی صلاحیت ابھی تک سامنے نہیں آئی، وہ کیوں عورت جیسی ”شرمناک اور دقینوسی“ اصطلاح اپنے لیے پسند کیے ہوئے ہیں، وہ عورتیں ”محجوب و مستور“ ہونے کو اپنے لیے توہین آمیز خیال کرتی ہیں، ایسی خواتین کو چاہیے کہ وہ عورت کے لفظ کو استحصال معاشرے کی اصطلاح خیال کرتے ہوئے کوئی نئی اصطلاح وضع کریں اور اس معاملے میں وہ خود عورتیں خاصی روایت پسند تصور کی جاتی ہیں اور عربی، فارسی، ترکی اور اردو میں ان کے علاوہ باقی زبانوں میں طبقہ انات کے لیے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ تمام الفاظ اپنے لغوی اور اصطلاحی مطالب کے اعتبار سے Modern Women کے لیے مناسب نہیں اور اسی طرح عربی زبان میں عورت کے لیے النساء اور المرأة کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں النساء کے لفظ کو بار بار بیان کیا ہے اور اگر دیکھا جائے تو نسوانیت کا مادہ بھی تو النساء سے نکلا ہے اور اسی طرح لفظ زن فارسی زبان میں اور خاتون کے الفاظ ہیں، زن لفظ عام عورتوں کے لیے اور اسی طرح خاتون خاص عورتوں کے لیے، جب کہ ترکی زبان میں خانم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

مسلم ادب میں ہندوستانی عورت کی تمام خوبیوں میں شرم و حیا اور پردے کے احکام کو اس کی صفات کے ذکر میں اولین درجہ حاصل ہے اور لفظ عورت کو مزید تقدس یا عفت کا لبادہ اوڑھانے کے لیے ”مستورات“ کا لفظ ایجاد کیا گیا، جس کا معنی تقریباً وہی ہے، اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو عام نظروں سے اوجھل رہتی ہیں اور اس لفظ کا الٹ ہے ”مکشوفات“، یعنی وہ خواتین جو کھلی ہوئی یا بے پردہ ہیں۔ ہمارے قومی مفکر اسلام علامہ اقبال نے مغرب سے اٹھنے والی تحریک نسواں کے نتائج کا یورپ میں مشاہدہ کرنے کے بعد مسلمان عورتوں کو تقریباً ۸۰ سال پہلے خبردار کیا تھا، آپ نے جدید مغربی تعلیم میں مسلمان خواتین کے لیے خطرے کی بو محسوس کی، علامہ اقبال کی حکیمانہ بصیرت نے عورتوں کے حقوق کے نام پر برپا کی جانے والی تحریک نے ان کے اندر عورت و دشمنی کے عناصر کو بھانپ لیا تھا، انھوں نے اپنے ایک شعر میں کہا:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن

کہتے ہیں اسی علم کو اب نظر موت⁶

علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں مغربی نظام تعلیم کے ذریعے پھیلانے جانے والے علم کو خواتین کے لیے اس قدر ضرر رساں سمجھا کہ اس کے حاصل کرنے سے عورت اپنا اصلی تشخص کھو کر نازن بن جاتی ہے، اسی طرح وہ عورت نہیں رہتی اور ان کی نظر میں جو علم عورت کو عورت نہ رہنے دے وہ علم عورت کی نسوانیت کے لیے موت ہے اور ایک دوسری اصطلاح میں نازن سے مراد صوتی مشابہت رکھنے والی ایک نازنین ہے اور اردو شاعری میں نازنین اور ادبی روایت میں مستعمل ایک ترکیب نے اس سے مراد محبوب نازک ادا لیے اور اس نازنین کی اصل میں ناز و انداز، عشوہ طرازیوں اور نخرے اور پندار حسن کے اظہار کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جب زن شرم و حیا اور عفت و عصمت کی متوازن حالتوں کے اظہار سے نکل کر ناز و انداز کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتی ہے تو وہ نازنین کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اسی طرح نازنین لفظ افراط اور نازن تفریط کے نام سے منسوب ہوتا ہے، لیکن اگر اسلام کی روح سے دیکھا جائے تو یہ دونوں الفاظ نازن اور نازنین ناپسندیدہ درجات میں شامل ہیں، اسلام میں حسن و اعتدال اور توازن فکر کو پسند کیا جاتا ہے جب کہ افراط اور تفریط ان دونوں کی اصلاحات میں پایا جاتا ہے اور اس طرح علامہ اقبال کی اس مجوزہ اصطلاح کو معاصر فکر اسلامی میں داد آفرین حاصل ہوئی ہے اسی طرح محمد عطاء اللہ صدیقی لفظ نازن کی تشریح کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

”نازن اُن خواتین کو کہا جاتا ہے جن کا گھر کے کام میں دل نہیں لگتا اور ان خواتین کی دلچسپیوں کا مرکز شاپنگ مال وغیرہ ہوتے ہیں اور گھروں میں چھپ کر رہنا ان کے نزدیک ایک ایسا عیب ہے جسے وہ کبھی بھی اپنے نام کے ساتھ لگانا نہیں چاہتی اور یہ اصل میں معتدل مزاج تعلیم یافتہ عورتوں کی تحریک نہیں، وہ تو مغرب میں بھی خود کو Feminist کہلوانا پسند نہیں کرتیں، اُن عورتوں کی تحریک بھی جو اعصابی و نفسیاتی، جنونی اور انتہا پسند خواتین مردوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو احساس کمتری کا شکار سمجھتی ہیں اور وہ اپنے آپ کو مردوں کے ساتھ ہر میدان میں برابری کا خط اور مابینو لیاحق تھا اس تحریک کو تحریک نسواں کی بجائے تحریک نازن کہا جاتا ہے۔ اہل مغرب نے ہمیشہ عورتوں کو جو حقوق دیے ہیں وہ عورت کی حیثیت سے نہیں دیے، بلکہ اُن کو مرد بنا کر دیے ہیں، ان کی نظر میں زمانہ جاہلیت کی جو عورت تھی اب بھی وہ ویسی عورت ہے اور ایک اصلی اور حقیقی عورت کا وہ مقام جو اسلام نے اس کو دیا ہے کہ وہ گھر کی ملکہ، شوہر کی بیوی، اپنے بچوں کی ماں سمجھی جاتی ہے وہ جدید مغربی لوگ عورت کو فطرتاً اس مقام سے دور رکھنا چاہتے ہیں، کیونکہ اگر عزت ہے تو وہ مردوزن کے لیے اور امریکہ کی تاریخ میں آج تک کوئی عورت صدر نہیں بن سکی، اُن کے خیال میں عورت

جسمانی، دماغی اور ذہنی حیثیت سے مرد سے کم تر ہے اور معاشرے کو چلانے کے لیے مرد کی برتری ضروری تصور کی جاتی ہے، اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ انوختی کی ذلت نہیں، بلکہ رجولیت کی عزت ہے اور پھر احساسِ پستی کی ذہنی الجھن کا کھلا ثبوت بھی ہے کہ مغربی عورت مردوں جیسا لباس بڑے فخر کے ساتھ پہنتی ہے، اس کے برعکس کوئی مرد عورتوں جیسا لباس پہن کر سرعام کسی محفل میں جانا پسند نہیں کرتا، لیکن اسلامی معاشرہ عورت کو عورت اور ایک مرد کو مرد رکھ کر دونوں سے وہی کام لیتا ہے جس کے لیے فطرت نے اس کو پیدا کیا ہے اور بنی آدم سے لے کر آج تک یہ مرد پسندی ہے۔ جو ماضی میں بھی تھی، حال میں بھی ہے اور مستقبل میں بھی رہنے کا امکان ہے۔ اس مرد پسندی سے مراد دراصل وہ حقیقتِ قوت اور طاقت پسندی ہے جو ایک ایسا کارآمد سکہ ہے جو ہر وقت استعمال ہو سکتا ہے اور عورت سے جو کمزوری اور تحفظ کی ضرورت وابستہ ہے اس کو ہر زمانے میں رد کیا گیا ہے جیسے قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں عورت کو انتہائی تذلیل کیا جاتا تھا اور پیدا ہونے کے بعد اس کو زندہ دفن کیا جاتا تھا، موجودہ زمانے میں اس کی تذلیل کی صرف شکل و صورت بدلی ہے، باقی اس کے ساتھ وہی اسلوب کیا جاتا ہے۔ اسلام عورت کو آزادی اور طاقت کا مخالف نہیں، بلکہ اس آزادی کو حدود میں رہ کر اس سے فائدہ اٹھانے اور معاشرے میں امن و سکون کے مواقع پیدا کرنے کا درس دیتا ہے۔

خواتین کے حقوق تاریخ کے آئینے میں:

”جب اٹھارویں صدی میں یورپ میں صنعتی دور کی ابتدا ہوئی اور اہل یورپ نے پرانے نظامِ تہذیب اور تمدن کے خلاف آواز بلند کرنا شروع کیا جس کی بنیاد جاگیردارانہ نظام تھا، تو اس کے نتیجے میں ۱۷۹۹ء میں فرانس کے ملک میں ایک ایسا انقلاب آیا کہ آزادی فکر و عمل کا ایسا دور شروع ہوا اور علوم اور کارخانے اور صنعتیں قائم کی گئیں کہ لوگ گاؤں سے شہروں کا رخ کرنا شروع ہو گئے اور گاؤں کی آبادی روز بروز کم ہونا شروع ہوئی اور شہروں پر اس آبادی کا بوجھ بڑھنے لگا اور پھر بڑے بڑے شہر آباد ہونا شروع ہوئے، خوشحالی کا زمانہ شروع ہوا اور لوگوں کا معیار زندگی بلند ہونے لگا، لیکن اس انقلاب کے نتیجے میں بہت سے دوسرے مسائل بھی سامنے آئے، ان میں سب سے بڑا مسئلہ اشیاء کی قیمتیں زیادہ ہونے لگیں اور لوگوں کا معیار زندگی بلند ہونے لگا اور جن لوگوں کی آمدنی تھوڑی تھی ان کا گزارہ بڑی مشکل سے ہونے لگا، ایسی صورت میں عورت آگے آئی اور اپنے بچوں اور گھر کے لیے وہ کام کرنے لگی، ایسی صورت میں جب کہ شہروں میں کوئی اخلاقی اصول کارآمد نہ تھا اور نہ کوئی کسی دوسرے کو اخلاقی لحاظ سے پابند کر سکتا تھا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرد اور عورت اپنے جنسی جذبات کی تسکین کا جو موقع پاتے وہ بلا تکلف اس سے فائدہ اٹھاتے اور معاشرے میں اخلاقی بندشیں منہ دیکھتی رہ گئیں، ان باتوں کا معاشرے پر یہ اثر ہوا کہ لوگوں کے اندر شادی کرنے اور گھر بسانے کی خواہش کم ہونے لگی۔“⁷

جیسے جیسے معاشرہ ترقی کرتا گیا اور لوگوں کو دن بدن زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا ہونے لگیں اور خصوصاً شہروں میں تمدنی ارتقاء کی بدولت معاش کر سی اور میز پر ملنے لگا اور اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے عورتوں کو مردوں کے ساتھ معاش کے لیے تگ و دو کرنا پڑا اور خواتین کسبِ معاش کے لیے مردوں کا ہاتھ بٹانے لگیں Industrialization کی وجہ سے گھر کے وہ کام جو پہلے زنانہ دائرہ کار میں شامل ہوتے تھے وہ بھی Industry میں شامل ہونے لگے اور عورتوں کو اس نسوانی دائرہ کار سے دور کرتے گئے اور عورتوں کے میدانِ ہنر کو مردوں کے شعبہ جات کے ساتھ جوڑ دیا گیا اور یوں صنفِ نازک دو چکیوں میں پھنس گئیں، جانِ نکلسن اس سوال (کہ خواتین کی طرف سے ماضی میں مساوات کے مطالبے کیوں نہ اٹھے اب جو حال اور مستقبل کا لازمی حل ہونے والا مسئلہ بن گئے ہیں) کے جواب میں وہ لکھتے ہیں کہ:

”جہاں تک ماضی کے کاموں کے بارے میں ہیں ماضی میں مرد اور عورت دونوں کے کام کا دائرہ کار الگ الگ تھا اور Society میں خواتین کے لیے کاموں کی تقسیم کا دائرہ کار بہت وسیع تھا، جوں جوں صنعتی ترقی میں اضافہ ہوتا گیا تو یہ دائرہ کار کم ہونا شروع ہو گیا اور معاشرے میں مخلوط شعبے جنم دینے لگے، اب خواتین کمپنی ڈائریکٹر، پائلٹ، ڈاکٹر حتیٰ کہ انجینئر کی ذمہ داریاں بھی آسانی کے ساتھ انجام دینے لگیں، اب عورتوں کا کام صرف بچوں کو پیدا کرنا نہ تھا، عورت کے ساتھ منسلک ہر کام Industry نے اپنے ذمہ لے لیا اور معاشرے میں یہ بہت بڑی تبدیلی تھی اور انسانی زندگی یکسر بدل گئی۔“⁸

Indhstery progress کے عروج پر پہنچنے کے نتائج میں سے ایک نفسانی تمناؤں کی آزادانہ بلاروک ٹوک کا تقاضا بھی ہے لوگوں نے دنیا کی مادی تسخیر کے بعد نفسانی تمناؤں کو جو جشن منانا چاہا وہ اس حالت کا تقاضا کرتا تھا جب خاتون کو چادر اور چادر دیواری اور مردانہ تحفظ اور شرم و حیا کے قلعے سے باہر نکالا جائے، تاکہ وہ ہر دور اپنے مردوں کے قلب و نظر کی تسکین کا باعث بن سکے اور عورتوں کے وجود کی رنگینیاں اس معاشرے میں بکھیرتی رہیں، اس طرح کسبِ معاش کے بہانے سے

7 محمد قطب، سید، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ترجمہ شبہات حول الاسلام، مترجم کیانی محمد سلیم، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور، طبع سوم، مارچ ۱۹۸۱ء، ص: ۱۷۰

عورتوں کو مردوں کے میدان میں گھسنا شروع کیا اور وہ مرد کی تسکین قلب کی وجہ بنی اور اس طرح مردوں کے لیے کسب معاش بھی آسان ہو گیا تھا اور دنیا اس ترقی کے عروج پر پہنچنے کے فوائد و ثمرات سے فائدہ اٹھا رہی تھی اور یہ بات صاف نظر آرہی تھی کہ خواتین کی مردوں پر برتری حاصل ہو چکی تھی، خواتین نے اب معاش میں شامل ہو کر ان کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ مردانہ بالاتری سے آزاد ہو چکی ہیں۔

اور وہ خواتین اب آزاد فضاؤں میں سانس لینے لگیں اور وہ اس قابل بن گئیں کہ ہر میدان میں مردوں کا مقابلہ کر سکیں اور یہ عورتیں روایتی مسلمات کو غیر مسلم کر دیں گی، خواتین کے لیے نئے میدان کھلے اور نئی تعلیم شروع ہوئی کہ وہ کس کس Industry میں خواتین کے لیے Different کردار متعین ہونے لگے اور خواتین کے کردار کی نئی تشریحات شروع ہونے لگی اور باقی قابل تنقید بننے لگیں اور جب Society میں تہذیبی اور تقاء کی صورت میں نئے نئے ادارے کھلنے لگے اور اس طرح نئی نسل کی ذمہ داریاں بھی ”ماں اور بچے“ کی بجائے ادارے ادا کرنے لگے اور Children بھی ماں کی ممتا کے محتاج نہ رہے اور یہ ذمہ داری Day Primary School اور carecenter میں انجام دی جانے لگی اور اب خواتین سے گھر کے کام کا بوجھ کم ہونے لگا اور اب خواتین کے لیے تعلیم کی ضرورت اس لیے نہ رہی کہ وہ تعلیم حاصل کر کے اپنے بچوں کو تعلیم دلوا سکیں گی اور ان کی تعلیم حاصل کی وجہ معاشی ترقی کا ذریعہ بنی اور یہ احساس دلایا گیا کہ خواتین (Job) نہ کرنے کی صورت میں وہ ایک فضول اور ناکارہ پرزہ ہے جس کو معاشرہ اپنے پاؤں تلے چکل دے گا اور عورت کی ذہانت اور اس کی فضیلت کو معاشی تنگ دو میں موجزن مانا گیا اور پھر مرد و زن کی کشمکش نے جنم لیا اور انسانی رویوں میں مادیت کو فروغ ملا اور صنف نازک کی خوبصورتی اور اس کی نزاکت، نرمی، برداشت، ناز و اد اور لطافت سے بھی مادی فائدے حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔⁹

تاہم عورت نے کسب معاش کی راہ پر چلتے ہوئے بے شمار مشکلات کا سامنا کیا اور دو قسم کے نتائج سامنے آئے۔
وہ مردوں کے تسلط سے آزادی کا سفر طے کر رہی تھی۔

دوسرا یہ کہ دونوں مرد اور عورت کی اجرت اور تنخواہ میں ایک حد تک فرق تھا۔ مرد کی تنخواہ زیادہ اور خواتین کی عموماً کم تنخواہ مقرر کی جاتی رہی، چونکہ مارکیٹ میں یہ توازن لانا ناممکن تھا۔

تاہم خواتین نے اپنے لیے آواز منڈیوں اور مارکیٹوں سے نکل کر پارلیمنٹ میں بلند کرنی چاہی تو اس سلسلے میں سب سے پہلے نمائندگی کا حق تسلیم کروایا اور اس میں اپنا نظریہ پیش کیا، جب قانون ساز ادارے میں پہلی دفعہ غلامی کو غیر قانونی قرار دیا تو خواتین نے نیا بینیر اپنا کر شادی کو خواتین کے لیے بوجھ، قید اور غلامی قرار دیا، البتہ اس بات کو دہانا صرف قانون سازی کے مراحل کی تاخیر تھی، ورنہ خواتین اس بات پر بھی خاموش نہ بیٹھیں۔ ۱۸۶۹ء میں خواتین کی باہمی تنظیموں اور تحریکوں میں ایک منشور نہ ہونے کی وجہ سے ڈراڑیں پڑنے لگیں، ایک تحریک جو سوزن انقشہ اور الزبتھ کی قائم کردہ تھی اس کا نام Natural Women Surface Association تھا۔

چند ماہ بعد اس میں سے آدھی اراکین سوسائٹی نے اپنی نئی تنظیم کا نام American Women Suffrage Association رکھا جس میں خواتین کے روز بروز بڑھتے ہوئے مسائل زیر بحث آئے اور خواتین کے لیے حق رائے دہی کا جواز بھی پیش کیا گیا، تاہم خواتین کو ووٹ کا حق مل سکے۔ البتہ ان خواتین کی کوششوں کے نتیجے میں سپریم کورٹ آف امریکہ نے خواتین کو ۱۸۷۵ء میں ووٹ کا حق مردوں کے برابر دے دیا، پھر اس کامیابی کے بعد دوبارہ خواتین کی تحریک زور پکڑ گئی اور دوبارہ سے تحریک نئی شکل اختیار کر گئی۔¹⁰

خواتین تحریک جب اکٹھی محنت کرنے لگیں تو یہ بات اپنا منشور بنایا کہ بائبل میں خواتین مذہبی تعلیم گرجا اور عبادت خانہ سے زندگی کی اہم تمام مصروفیت میں عورت کو بھی جینے کا حق حاصل ہے، البتہ خواتین تحریک نے یہ بات بھی کی کہ بائبل سے ایسی تمام باتیں نکال دو جو خواتین کو مردوں سے کم حق دیتی ہیں اور خواتین نے ایک انجیل بھی مرتب کی جس میں خواتین نے عورتوں کے نقطہ نگاہ کو بیان کیا۔¹¹

9 Overview Women and Technology resources for our future “by me lind L-cain Women and Technological change in developing countries” Edited by Roslyn Dauber and Melinda L-Cain P.4

10 The Feminist challenge by David Bachier P.12

11 خالد سہیل، مغربی عورتوں کی جدوجہد کی چند اہم جھلکیاں، مغربی عورت اور ادب زندگی، ص: ۱۰۳

۱۹۱۳ء میں یورپی یونین میں خواتین کی تحریک نے زور پکڑ لیا اور زوردار تحریک چلی اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کی اور جیلوں میں خواتین گئیں اور ایک ہی نعرہ تھا کہ خواتین کو ووٹ کا حق دیا جائے، اتنی زیادہ محنت کے بعد کئی دفعہ یہ معاملہ قانون ساز اسمبلی میں زیر بحث آیا، لیکن بعد میں ختم کر دیا گیا۔ اس بات کو اگر اس انداز سے دیکھا جائے تو تاریخ میں بیسویں صدی میں خواتین کی تحریک شدت اور زور پکڑ گئیں، البتہ انیسویں صدی میں معاشرتی اور معاشی کشمکش تک بات تھی، اگر اس کو دو ادوار میں تقسیم کیا جائے تو ایک انیسویں صدی اور اوائل کا دور اور دوسرا دور ۱۹۲۰ء سے شروع ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے، تاہم خواتین کے رویہ جات کو اگر دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ خواتین کی تحریک نے جب اپنے مطالبات منوانے کے لیے ہڑتالیں شروع کیں تو سب سے زیادہ مذہب کی مخالفت میں لڑچھر شائع کیا اور یہ بات بھی باور کروائی کہ خواتین کی آزادی اور حقوق میں سب سے زیادہ رکاوٹ مذہب ہے۔ لیکن اس سوچ کو کبھی بھی کامیابی نہ ملی اور نہ ہی لوگوں کا اعتماد ملا، تاہم خواتین میں سب سے مشکل بات یہ تھی کہ وہ فیملی اور جاب دونوں کو ساتھ چلائیں، لیکن یہ ناممکن ہوتا جا رہا تھا، یا ملازمت چلتی اور یا وہ فیملی کے ساتھ چل سکتی تھی، کچھ خواتین چند گھنٹوں کے لیے ملازمت اختیار کر لیتی تھیں۔¹²

Sylvia ann Hawlette¹³

امریکہ میں ۱۹۵۰ء کی دہائی کو بہترین خواتین کے لیے قرار دیتی ہیں، چونکہ خواتین اپنی زندگی کا بہترین دور اس عشرے میں گزار رہی تھیں، وہ معاشی خوشحال تھیں، خواتین نے گھر کی زندگی کو اپنا مسکن بنالیا اور جدید طرز کی خواتین کی آزادی کو ٹھکرا دیا گیا۔

حقوق نسواں:

حقوق حق کی جمع ہے۔ حق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی مطلب "درست اور صحیح" ہے نسواں نساء کی جمع ہے۔ نساء عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عورت کے ہیں۔

خواتین کے استحقاق وہ حقوق اور قابلیت ہیں جو پوری دنیا کی خواتین اور جوان خواتین کے لئے بیان کیے گئے ہیں، اور انہوں نے انیسویں صدی میں خواتین کے استحقاق کی ترقی اور بیسویں اور اکیسویں سینکڑوں سالوں میں خواتین کی کارکنان کی ترقی کی وجہ پیش کی۔ بعض ممالک میں، یہ حقوق قانون، محلے کے رواج، اور طرز عمل کے ذریعہ باقاعدہ یا برقرار رکھے جاتے ہیں، حالانکہ دوسروں میں، ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور ان کو روک دیا جاتا ہے۔ عام طور پر خواتین کی مراعات کے خیالات سے وابستہ امور میں حقیقی صداقت اور خود پرستی کا آپشن، جنسی وحشت سے آزاد ہونے، بیلٹ ڈالنے، عوامی عہدے کا انعقاد، قانونی معاہدوں میں جانے، خاندانی قانون میں مساوی حقوق حاصل کرنے کا آپشن شامل ہے۔ کام کرنا، جسمانی قوت کے حقوق حاصل کرنا، جائیداد کا دعویٰ کرنا، اور ہدایت دینا۔¹⁴

حقوق نسواں کی تاریخ:

- قدیم تاریخ
- کلاسیکی عہد کے بعد کی تاریخ
- جدید تاریخ
- 1. **قدیم تاریخ:**

12 A lesser life the life of Womenslibration in America by Sylvia Ann Hawlette Publisher:

William morrow and com. Feb-1986 P.160

(<http://www.businessweek.com/bios/sylviaannhawlette.html>)

¹³ برطانیہ کی کیمرج اور امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی سے اعزاز سے فارغ التحصیل ہیں اور اکنامکس میں PHD ہیں، امریکہ کی اکنامکس پالیسی کی ڈائریکٹر بھی ہیں، نظریات نسوانی کی ناقد اور انہیں ملکی معیشت میں ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ جانتی ہیں۔

14 Hosken, Fran P., 'Towards a Definition of Women's Rights' in Human Rights Quarterly, Vol. 3, No.

2. (May 1981), pp. 1–10.

(a) میسوپوٹیمیا:

نوادرات قدیم سومر میں خواتین جائیدادیں خرید سکتی تھیں، فروخت کر سکتی تھیں۔ وہ کاروبار میں حصہ لے سکتے تھے اور بطور گواہ عدالت میں اس کی تصدیق کر سکتے تھے۔ بہر حال، ان کی شریک حیات نرم حرکت میں آنے کی وجہ سے ان سے الگ ہو سکتی تھی، اور شوہر سے علیحدہ ہو کر بلاشبہ کسی دوسری خاتون سے دوبارہ شادی کر سکتی تھی، بشرطیکہ اس کی پہلی بیوی نے اس کے بعد کوئی اولاد پیدا نہیں کی تھی۔ مثال کے طور پر، خواتین دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی تھیں۔ بیشتر قانون کوڈز میں ایک خاتون کو علیحدگی کے لئے اہم دوسری چیز کا مطالبہ کرنے سے روک دیا گیا تھا اور کفر کے مظاہرے میں پھنس جانے والی خاتون کی طرح طلاق کی درخواست کرنے والی خاتون پر اسی طرح کی سزاؤں کا اطلاق کیا گیا تھا۔ کچھ بابل اور اسوریائی قوانین، اس کے باوجود، خواتین کے برابر مردوں کے طور پر علیحدہ کرنے کے لئے اسی طرح کے اختیارات کی لاگت سنبھالے، تو قہر کرتے ہوئے کہ وہ بھی انتہائی جرمانہ ادا کریں گے۔ مشرقی سمینٹک کے بیشتر دیوتا مارتھے۔¹⁵

(b) مصر:

مصر میں جائیداد کے بٹوارے کا خاص خیال رکھا جاتا تھا، وہاں عورتیں مردوں کے برابر حقوق رکھتی تھیں، معاشرتی طبقے کے مطابق عورتیں مردوں کے برابر تھیں اور برابر حقوق سے لطف اندوز ہوتی تھیں، جائیداد ماں سے لے کر بیٹی تک خاندان میں تقسیم ہوتی تھی، خواتین کو اپنے فیصلے خود کرنے کا خود حق حاصل تھا، ان کو قانون میں بھی برابر کا حق حاصل تھا وصیت نامے اور دیگر قانونی کارروائیوں میں ان کو حقوق حاصل تھے۔ قدیم مصر میں خواتین قانونی خریداری، فروخت، فروخت جائز معاہدوں میں رفقاء بن سکتی تھیں، وصیت نامے میں ایجنٹ اور مستند ریکارڈوں کے بمصر ہو سکتی تھیں، عدالتی سرگرمی لائیں گی، اور بچوں کو وصول کر سکتی تھیں۔¹⁶

(c) ہندوستان:

ہندوستان کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدا میں ہی عورتوں کو تعلیم حاصل ہو گئی تھی اور ہر پہلو میں مردوں کے برابر تھی۔ قدیم زمانے کے ہندوستانی گرامریوں کے کام، مثال کے طور پر، پتھلی اور کٹیا نمانے یہ تجویز پیش کیا تھا کہ ابتدائی ویدک دور میں خواتین کو ہدایت دی گئی تھی۔ ہندوستان میں چھوٹی عمر میں ہی لڑکیوں کی شادی کر دیئے کار واجتھا اور وہ خود ہی اپنے شوہروں کا انتخاب کر لیتی تھیں اور وہ اپنی مرضی سے زندگی بسر کرتی تھیں یا گندھاروا تعلق میں رہتی تھیں۔¹⁷

(d) یونان:

اگرچہ زیادہ تر خواتین کو قدیم یونان کے شہر کے حالات میں سیاسی اور مساوی حقوق کی ضرورت تھی، وہ آثار قدیمہ کی عمر تک ترقی کے ایک خاص موقع سے خوش ہوئے۔ اسی طرح بوڑھے ڈیلیفی، گورٹین، تھیسالی، میگارا اور اسپارٹا میں بھی خواتین کے پاس زمین ہے، اس وقت نجی ملکیت کی سب سے قابل احترام قسم۔ تاہم، آثار قدیمہ کے زمانے کے بعد، عہدیداروں نے جنسی رجحانات کو الگ تھلک رکھنے کے قوانین کو مجاز بنانا شروع کیا، جس سے خواتین کے حقوق کو کم کیا گیا۔ کلاسیکل ایٹھنز میں خواتین کے پاس کوئی قانونی طور پر شخصی نہیں تھا اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مرد کی بیوی کی سربراہی والے اوانکوز کے لئے یہ ضروری ہے چونکہ خواتین کو جائز طریقہ کار کی ہدایت کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی تھی، لہذا کیروی بھی اپنی طرف سے ایسا ہی کرتے تھے۔ تھیسالی کی خواتین صرف "اناج کے میڈیمنس" (اناج کا تناسب) کے تخمینے کے عین مطابق معاہدے میں جاسکتی ہیں۔۔ روایتی ایٹھنز کی خواتین کو بھی ادیبوں، محققین، قانون سازوں یا کاربیگروں کی حیثیت سے منسوب کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی

¹⁵ Nemet-Nejat, Karen Rhea (1998), *Daily Life in Ancient Mesopotamia*, Daily Life, Greenwood, ISBN 978-0313294976.

¹⁶ Joshua J. Mark (4 November 2016). "Women in Ancient Egypt". *Ancient History Encyclopedia*. Retrieved 26 July 2017.

¹⁷ Comments to Ashtadhyayi 3.3.21 and 4.1.14 by Patanjali, Majumdar, R.C.; Pusalker, A.D. (1951). "Chapter XX: Language and literature". In Majumdar, R.C.; Pusalker, A.D. (eds.). *The history and culture of the Indian people, volume I, the Vedic age*. Bombay: Bharatiya Vidya Bhavan. p. 394. OCLC 500545168

تھی۔ ایٹھن میں، سلیسنسٹک ٹائم فریم کے دوران، مفکر اسطونے محسوس کیا کہ اس لاطینی میں گھر میں ذمہ داریوں کی دیکھ بھال کرنے اور مردانہ دنیا کے ساتھ کوئی کھلے پن نہ ہونے کے ساتھ ساتھ کمرے میں رہنا شامل ہے جس کو gynaikeion کہا جاتا ہے۔ یہ اسی طرح کی ضمانت ہے کہ میاں بیوی کے اپنے شوہروں سے حقیقی بچے ہیں۔ ایٹھنیا کی خواتین کو بنیادی صلاحیتوں کے ہوم ٹیوٹر شپ کو چھوڑ کر چھوٹی سی تعلیم حاصل کی گئی، مثال کے طور پر، باری، بنائی، کھانا پکانا اور نقد رقم سے متعلق کچھ معلومات۔

(e) چین:

تاریخی اور قدیم چین کی خواتین کو کمتر سمجھا جاتا تھا اور کنفیوشین قانون کی بنیاد پر اسے ماتحت قانونی حیثیت حاصل تھی۔ شاہی چین میں، "تین فرمانبرداری" نے بیٹیوں کو اپنے باپ کی اطاعت کرنے، بیویوں کو اپنے شوہر کی اطاعت کرنے اور بہوؤں کو اپنے بیٹوں کی اطاعت کرنے کی ترغیب دی۔ خواتین کا رو بار یاد دہانتی کے وارث نہیں ہو سکتی ہیں اور مردوں کو ایسے مالی مقاصد کے لئے بیٹے کو اپنانا پڑا۔

خواتین میڈیکل مشنری ڈاکٹر مریم ایچ فلٹن (1854-1927) کو پریس بائیرین چرچ (امریکہ) کے فارن میشن بورڈ نے چین میں خواتین کے لئے پہلا میڈیکل کالج تلاش کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ایڈورڈ اے کے کے ایک بڑے عطیہ سے، چین کے گوانگزو میں، ہیملٹ میڈیکل کالج برائے خواتین کے نام سے جانا جاتا ہے۔ انڈیانا، امریکہ کا ہسپتال (۱۸۵۱-۱۹۱۶) اس کالج کا مقصد عیسائیت اور جدید طب کو پھیلانا اور چینی خواتین کی معاشرتی حیثیت کو بلند کرنا تھا۔

جمہوریہ چین (1912-49) اور اس سے قبل چینی حکومتوں کے دوران، گھریلو ملازمین کی آڑ میں خواتین کو قانونی طور پر خرید کر غلامی میں فروخت کیا جاتا تھا۔ یہ خواتین موتی تسانی کے نام سے مشہور تھیں۔ موتی سوئی کی زندگیوں کو امریکی ماہر نسوان اگنیس میڈلی نے اپنی کتاب پورٹریٹ آف چائین ویم ان ریو یوشن میں ریکارڈ کیا تھا۔

تاہم، 1949 میں جمہوریہ چین کو ماؤ زیڈونگ کی سربراہی میں کمیونسٹ گوریلوں نے اقتدار کا تختہ پلٹ دیا تھا، اور اسی سال عوامی جمہوریہ چین کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ مئی 1950 میں عوامی جمہوریہ چین نے خواتین کی غلامی میں فروخت سے نمٹنے کے لئے نیازدواجی قانون نافذ کیا۔ اس نے پرکسی کے ذریعہ شادی کو غیر قانونی قرار دے دیا اور دونوں شراکت داروں کی رضامندی تک اس شادی کو قانونی بنادیا۔ نئے ازدواجی قانون نے مردوں کی شادی کی قانونی عمر 20 اور خواتین کے لئے 18 کر دی۔ یہ وہی علاقوں کی زمین کی اصلاح کا ایک لازمی حصہ تھا کیونکہ اب خواتین کو قانونی طور پر مکان مالکان کو فروخت نہیں کیا جاسکتا ہے۔ سرکاری نعرہ تھا "مرد اور خواتین برابر ہیں، ہر ایک اس کے نمک کے قابل ہے۔"

2. کلاسیکی عہد کے بعد کی تاریخ:

(a) بائبل:

دونوں پہلے اور صحیفاتی مواقع کے دوران، لوگوں کی آنکھوں میں خواتین کے حصہ seriously پر سختی سے پابندی عائد تھی۔ بہر حال، بائبل میں، خواتین کو عدالت میں خود سے بات کرنے کا اعزاز، معاہدہ کرنے کی گنجائش، اور جائیداد خریدنے کے حقوق کے تحفظ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ بائبل خواتین کو اپنے ساتھ جنسی تعلقات کا اختیار یقینی بناتی ہے۔ مردوں اور میاں بیوی سے درخواست ہے کہ وہ اپنی بیویوں کی دیکھ بھال کریں اور انہیں کپڑے پہنائیں۔ ایک یا متعدد لوگوں کے ذریعہ عہد نامہ قدیم کے ان حقوق کی خلاف ورزی نے خاتون کو طلاق دینے کی وجہ بتادی "جب وہ کسی دوسری عورت سے شادی کرتی ہے تو اسے اپنے پہلے کھانے، لباس اور ازدواجی حقوق سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ فرصت کے موقع پر اگر وہ ایسا نہیں کرتا" اس کو یہ تینوں چیزیں نہ دے، وہ آزاد ہوگی، نقد رقم کی قسط کے بغیر"۔¹⁸

(b) قرآن:

قرآن پاک جو ہمارے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً 23 سال کے عرصہ میں نازل ہوا زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے قرآن

¹⁸ Frank L. Caw, Jr. "Biblical Divorce And Re-Marriage". Archived from the original on 12 August 2003. Retrieved 19 October 2015, Frank L. Caw, Jr. (10 February 2005). The Ultimate Deception. ISBN 978-0-7596-4037-5. Archived from the original on 10 January 1998. Retrieved 19 October 2015.

پاک کی وجہ سے عرب معاشرے کی رسومات میں بہترین تبدیلیاں ہوئیں 610 عیسوی سے لے کر 661 عیسوی تک قرآن مجید نے قانون میں نمایاں تبدیلیاں قرآن مجید کی وجہ سے عورتوں کو ان کے حقوق ملے اس کے ذریعہ سے شریک حیات کے ساتھ ساتھ اس کے کنبے، شوہر سے ایک معاہدہ حاصل کریں گی، جس کو وہ اپنی جائیداد کے طور پر باقاعدہ لے سکتی ہے، قرآن نے خواتین کو شادی کے معاہدے کے طور پر جمع کر دیا۔

اگرچہ معیاری قانون میں، میراث مرد و رشتہ داروں تک ہی محدود تھا، قرآن نے میراث سے متعلق کچھ اصول پیش کیے تھے جن کے ساتھ تفویض شدہ مستفید افراد کے لئے مختص کی گئی تھی، پہلے گھر والوں کے قریب ترین افراد اور اس کے بعد قریب ترین مرد رشتہ داروں کو۔ انہی شمل کے مطابق "خواتین کی اسلام سے قبل کی صورت حال سے متصادم، اسلامی قانون سازی نے بہت بڑا پیش رفت ظاہر کیا؛ کسی بھی صورت میں اس خاتون کا حق ہے، جیسا کہ قانون کے بیان کردہ مقصد سے اشارہ کیا گیا ہے، اس کو کثرت سے انتظام کرنے کے لئے جس میں وہ لایا گیا ہے خاندان یا اپنے ہی کام سے حاصل کیا ہوا ہے۔

عرب خواتین کی حیثیت میں مجموعی طور پر بہتری کی وجہ سے خواتین اور بچوں کے قتل پر پابندی عائد کی۔ خواتین کی مکمل شخصیت کو سمجھا سکے۔ زیادہ تر لوگوں نے اسلام سے پہلے اور درمیانی عمر میں یورپ کی خواتین سے زیادہ نمایاں حقوق حاصل کیے تھے۔ خواتین کو اس طرح کے جائز حیثیت سے اتفاق نہیں کیا گیا تھا۔ سینکڑوں سال بعد تک مختلف معاشروں میں۔ پروفیسر ولیم مائنگری واٹ کے مطابق، جب ایسی مستند ترتیب میں دیکھا جاتا ہے، محمد کو "ایسی شخصیت کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے جو خواتین کے مراعات کی تصدیق کرتا ہے۔

(c) مغربی یورپ:

ابتدائی قرون وسطی کے عیسائی چرچ کے ذریعہ خواتین کی مراعات حاصل کی گئیں: میاں بیوی کے استحقاق کے لئے ایک باقاعدہ قانونی انتظامات کا اعلان 506 میں اڈج کو جمع کر کے کیا گیا تھا، جس میں کینن XVI میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ اگر کوئی نوجوان شادی شدہ آدمی مقرر کیا جائے، اسے اپنے نصف کی منظوری کی ضرورت تھی۔

قرون وسطی کے دوران عام طور پر یورپ میں خواتین کی مرد کے مقابلے میں ثانوی حیثیت تھی۔ پورے یورپ میں، خواتین کو مجبور کیا گیا کہ وہ عدالتوں میں نہ جائیں اور تمام قانونی کاروبار کو اپنے شریک حیات پر چھوڑ دیں۔ عام قوانین میں، خواتین کو مردوں کی خاصیت کے طور پر دیکھا جاتا تھا لہذا ان کو کوئی خطرہ یا چوٹ پہنچانا اپنے مرد سرپرست کی ذمہ داری میں تھا۔

آئرش قانون میں، خواتین عدالتوں میں مبصرین کی حیثیت سے ممنوع تھیں۔ ویلش کے قانون میں، خواتین کے اعلامیہ کو مختلف خواتین کے خلاف تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن کسی دوسرے کے خلاف نہیں، بلکہ ویلش کے قوانین میں، واضح طور پر دی ویلز یڈی کے قوانین کے علاوہ مردوں کے لئے کسی بھی باپ کے بغیر حاملہ نوجوانوں کی بچی کی دیکھ بھال کرنے کی ذمہ داری بھی عکاسی کی گئی ہے، جس میں خواتین نے دلچسپی لی۔¹⁹

(d) شمالی یورپ:

ورجلڈ کی رفتار نے یہ تجویز کیا کہ عام طور پر ان معاشرتی احکامات کی حامل خواتین کی پرورش کے مقاصد کے لئے ان کا احترام کیا جائے۔ اس وقت ایک خاتون کی ورجلڈ اس عمر میں تین گنا زیادہ تھی جو سالک اور ریپرین حلال کوڈز میں یکساں حیثیت رکھتی ہے، نو عمر بیرونگ عمر کی خواتین کے لئے، جس کی عمر 12-40 سال ہے۔

شادی کے اندر یا باہر دنیا میں لائے جانے والے نوجوانوں میں کوئی فرق نہیں پایا گیا: دونوں نے اپنے لوگوں کے بعد جائیداد حاصل کرنے کا استحقاق محفوظ کر لیا، اور یہاں کوئی "حقیقی" یا "غیر منحرف" بچے نہیں تھے۔ عیسائی قرون وسطی کے زمانے میں، قرون وسطی کے اسکینڈینیویں قانون نے پڑوسی صوبے کے قانون پر انحصار کرتے ہوئے مختلف قوانین کا اطلاق کیا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کی حیثیت دستہ کو تبدیل کر سکتی ہے۔ جس علاقے میں وہ رہا تھا۔

3. جدید تاریخ:

¹⁹ Beattie, Cordelia; Stevens, Matthew Frank (1 January 2013). Married Women and the Law in Premodern Northwest Europe. Boydell Press. ISBN 9781843838333.

(e) یورپ:

i. سولہویں اور سترہویں صدی کا یورپ

سولہویں اور سترہویں صدی میں جادو گرنی کے مختلف مقدمات دیکھنے میں آئے، جس کے نتیجے میں پورے یورپ میں لوگوں کی بڑی تعداد کو پھانسی دے دی گئی، جن میں سے 75-95% خواتین (وقت اور جگہ پر دستہ) تھیں۔ پھانسی عام طور پر جرمنی بولنے والے ممالک میں پائی جاتی ہے، اور پندرہویں صدی کے دوران "کالا جادو" کے الفاظ کو یقینی طور پر پہلے کے سالوں کی بجائے کسی خاتون کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔²⁰

ii. اٹھارہویں اور انیسویں صدی کا یورپ

سن 1791 میں فرانسیسی ڈرامہ نگار اور سیاسی کارکن اولیپے ڈی گیوز نے عورت کے حقوق اور خواتین شہریوں کے اعلامیہ کو شائع کیا، جس کی بنیاد مرد اور شہری کے حقوق کے اعلامیہ پر دی گئی تھی۔ اعلامیہ کی منصوبہ بندی میں دل لگی ہے اور اس نے فرانسیسی انقلاب کی مایوسی کو بے نقاب کیا، جو خط و کتابت کے لئے وقف تھا۔ اس کا اظہار ہے کہ: "یہ شورش مکمل طور پر نتائج برآمد کرے گی جب تمام خواتین اپنی قابل افسوس حالت، اور عوام کے نظر میں کھوئے ہوئے حقوق کے بارے میں پوری طرح ذہن نشین ہو جائیں۔" حقوق نسواں اور خواتین شہریوں کے اعلامیہ میں انسانوں اور شہریوں کے حقوق کے اعلامیہ کے سترہ آرٹیکلز کی پیروی کی گئی ہے اور پہلی رپورٹ کے "محض ایک محدث کے بارے میں... کیلئے نیش نے پیش کیا ہے۔" "حقوق نسواں اور خواتین شہریوں کے اعلامیہ کے ابتدائی مضمون نے جواب دیا: "ایڈی کو آزاد دنیا میں لایا گیا ہے اور وہ حقوق کے لحاظ سے مرد کے برابر ہوتی ہے۔" ڈی گیوز نے انسانوں اور شہریوں کے حقوق کے اعلامیہ کے 6 ویں مضمون میں توسیع کی۔²¹

(f) امریکہ:

ویمن کرپشن ٹمپرنس یونین (ڈبلیو سی ٹی یو) 1873 میں قائم کی گئی تھی اور اس نے خواتین کے مراعات کی حمایت کی تھی، بشمول پروفیشنل عورتوں اور خواتین کے استحصال کو آگے بڑھانا۔ فرانسیس ولارڈ کے انتظامیہ کے تحت، "ڈبلیو سی ٹی یو اپنے دور کی سب سے بڑی خواتین کی انجمن میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اس وقت ریاستہائے متحدہ میں خواتین کی انجمن کے ساتھ چل کر کام کر رہی ہے۔"²²

(g) ایشیا:

i. مشرقی ایشیاء

جاپانی معاشرے میں خواتین جس حد تک حصہ لے سکتی تھیں وہ طویل دورانیہ اور معاشرتی طبقوں میں اتار چڑھاؤ کا شکار رہی ہیں۔ آٹھویں صدی میں، جاپان میں خواتین کی خود مختاری تھی، اور بارہویں صدی (نیمن دور) میں جاپان میں خواتین معمولی طور پر اعلیٰ درجے کی حامل تھیں، حالانکہ ابھی بھی وہ مردوں کے تابع ہیں۔ دیر سے کام کاج کے اوقات سے، خواتین کی حیثیت میں کمی آئی۔ سترہویں صدی میں کنفیوشیاء کے تخلیق کار کانبارا، لیکن کے ذریعہ "اونٹا ڈیاگو" نے جاپانی خواتین کے لئے مفروضوں کی وضاحت کی، جس سے بنیادی طور پر ان کی حیثیت کو کم کیا گیا۔

بیسویں صدی کے وسط سے خواتین کی حیثیت ناقابل یقین حد تک بہتر ہوئی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ جاپان کو اکثر ایک روایت پسند ملک کے طور پر دیکھا جاتا ہے، بیسویں صدی میں خواتین کو جائز حقوق دینے پر متعدد یورپی ممالک کے مقابلے میں جلد ہی یہ سچ بتایا گیا، کیونکہ جاپان کے 1947 کے آئین نے خواتین کے آگے

²⁰ Jewell, Helen M (2007). Women in Dark Age and Early Medieval Europe. New York: Palgrave Macmillan. pp. 37–39. ISBN 978-0333912591.

²¹ Macdonald and Scherf, "Introduction", pp. 11–12.

²² Burlingame, Dwight (2004). Philanthropy in America: A Comprehensive Historical Encyclopedia. ABC-CLIO. p. 511. ISBN 9781576078600.

بڑھنے کے لئے ایک جائز ڈھانچہ دیا تھا۔ جاپان میں یکسانیت مثال کے طور پر جاپان نے 1946 میں خواتین کی تعریف کا حکم دیا، جلد ہی کچھ یورپی ممالک کے مقابلے میں، مثال کے طور پر، سوئٹزرلینڈ (1971 کی حکومت کی سطح پر؛ ہیپیزیل اندر رہوڈن کی کینٹ میں پڑوس کے معاملات پر 1990)، پرنگال (مردوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر 1976 کی حدود کے ساتھ) 1931 کے بعد سے)، 1959 میں سان مارینو، 1962 میں موناکو، 1970 میں اندورا، اور 1984 میں لیچنسنسٹائن۔²³

ii. فولک ایشیا

فولک ایشین معاشرے عام طور پر مردانہ متمرکز رہتے ہیں، جیسا کہ ہو سکتا ہے، پچھلے سوویت یونین کے خاتمے کے بعد سے، ضلع کے عام سماجی احکام نے مردوں کی مکمل تعمیل کرنے کی روایتی تعمیر سے باہر خواتین کی ملازمتوں میں زیادہ اصلاح پسند کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ منگولیا، مردوں کی نسبت خواتین کی ایک بڑی تعداد اسکول مکمل کرتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ زیادہ کارکن ہیں۔ اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام نے قازقستان میں جنسی مساوات میں "بہت بڑی پیشرفت" کو نوٹ کیا ہے لیکن ابھی بھی اس میں علیحدگی برقرار ہے۔ چھین کے ذریعہ شادی اس مقام پر ایک مشکل مسئلہ ہے۔ کرغزستان، قازقستان، ترکمانستان، اور ازبکستان کے آزاد علاقہ کرکالپستان میں خواتین کو گھنٹوں کی گرفت میں لینا اہم ہے۔²⁴

متن عورت کے لیے استعمال ہونے والے انگریزی الفاظ "Woman" اور "Female" کے لغوی معانی پر روشنی ڈالتا ہے، جو انہیں مرد سے منسلک ظاہر کرتے ہیں۔ مغربی دنیا میں فیمینسٹ تحریک خواتین کے لیے مردوں کے برابر سیاسی، معاشی اور معاشرتی حقوق کی علمبردار ہے، جبکہ اس کے مخالفین خود کو وومینسٹ کہتے ہیں۔

نتیجہ بحث:

علامہ اقبال جیسے مشرقی مفکرین نے مغربی تعلیم کے اس پہلو کو تنقید کا نشانہ بنایا جو عورت کو اس کی فطری نسوانیت سے دور کر کے "نازان" بنا دیتا ہے، جسے وہ نسوانیت کی موت قرار دیتے ہیں۔ تاریخی طور پر، مختلف قدیم معاشروں جیسے میسوپوٹیمیا، مصر، اور ہندوستان میں خواتین کو کسی حد تک حقوق حاصل تھے، جبکہ یونان اور چین میں ان کی حیثیت محدود تھی۔ اسلام نے خواتین کو بے مثال حقوق عطا کیے، انہیں وراثت، معاہدوں اور اپنی جائیداد پر اختیار دیا۔ صنعتی انقلاب کے بعد خواتین نے کسب معاش کے لیے گھر سے باہر قدم رکھا، جس نے ان کے کردار کو تبدیل کیا اور انہیں نئے میدانوں میں شامل کیا۔ اس پیش رفت کے باوجود، انہیں اجرت میں عدم مساوات اور معاشرتی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ مغربی آزادی نسوان کی انتہا پسند علمبردار خواتین کو "Manly Woman" بھی کہا جاتا ہے، جو نسوانیت سے دور ہوتی ہیں۔ تاہم، اسلام عورت کو گھر کی ملکہ، ماں اور بیوی کا باعث مقام دیتا ہے اور اس کے لیے شرم و حیا اور پردے کو اہم قرار دیتا ہے، جس کے برعکس مغربی معاشرے میں آزادی کے نام پر حیا کا چولا بھی اتار دیا گیا ہے۔

مصادر و مراجع

1. Some questions on feminism and its relevance in South Asia by Kamla Bahasin and Nighat said khan

2. امین احسن اصلاحی ۱۹۰۴ء-۱۹۹۷ء معروف مذہبی رہنما ہیں، ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء کو لاہور میں وفات پائی، آپ کی مشہور تفسیر تدبر قرآن ہے۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا یاز قاسم محمد وج، ص: ۲۷۳

3. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، پردہ، اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۳ کورٹ سٹریٹ، لوئر مال روڈ، لاہور، طبع ۱۹۵۸ء، نومبر ۲۰۰۲ء، ص: ۱۶۴

²³ "Meiji Reforms – Kishida Toshiko, (1863–1901) – Japan – Primary Source".

womeninworldhistory.com.

²⁴ "Beyond the Glass Ceiling: Expanding Female Leadership in Mongolian Politics and Businesses".

UNDP.

4. "Femisnist Theory, today. An introduction to second wave femisnism" by Judith Evens, p.11
5. "Feminist Theory today. An introduction to second wave feminism" by Judith Evens, p.2
6. محمد اقبال، علامہ، کلیدر کلیات اقبال، ضرب کلیم، (مرتب) احمد رضا، ادارہ اہل قلم، لاہور، طبع اول ۲۰۰۵ء، ص: ۲۰۸
7. محمد قطب، سید، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ترجمہ شبہات حول الاسلام، مترجم کیانی محمد سلیم، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور، طبع سوم، مارچ ۱۹۸۱ء، ص: ۱۷۰
8. Johan Ncholson
9. Overview Women and Technology resources for our future "by me lind L-cain Women and Technological change in developing countries" Edited by Roslyn Dauber and Melinda L-Cain P.4
10. The Feminist challenge by David Bachier P.12
11. خالد سہیل، مغربی عورتوں کی جدوجہد کی چند اہم جھلکیاں، مغربی عورت اور ادب زندگی، ص: ۱۰۳
12. A lesser life the life of Womenslibration in America by Sylvia Ann Hawlette Publisher: William morrow and com. Feb-1986 P.160.
(<http://www.businessweek.com/bios/sylviaannhawlette.html>)
13. برطانیہ کی کیمبرج اور امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی سے اعزاز سے فارغ التحصیل ہیں اور اکناکس میں PHD ہیں، امریکہ کی اکناکس پالیسی کی ڈائریکٹر بھی ہیں، نظریات نسوانی کی ناقد اور انہیں ملکی معیشت میں ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ جانتی ہیں۔
14. Hosken, Fran P., 'Towards a Definition of Women's Rights' in Human Rights Quarterly, Vol. 3, No. 2. (May 1981), pp. 1–10.
15. Nemet-Nejat, Karen Rhea (1998), Daily Life in Ancient Mesopotamia, Daily Life, Greenwood, ISBN 978-0313294976.
16. Joshua J. Mark (4 November 2016). "Women in Ancient Egypt". Ancient History Encyclopedia. Retrieved 26 July 2017.
17. Comments to Ashtadhyayi 3.3.21 and 4.1.14 by Patanjali, Majumdar, R.C.; Pusalker, A.D. (1951). "Chapter XX: Language and literature". In Majumdar, R.C.; Pusalker, A.D. (eds.). The history and culture of the Indian people, volume I, the Vedic age. Bombay: Bharatiya Vidya Bhavan. p. 394. OCLC 500545168
18. Frank L. Caw, Jr. "Biblical Divorce And Re-Marriage". Archived from the original on 12 August 2003. Retrieved 19 October 2015, Frank L. Caw, Jr. (10 February 2005). The Ultimate Deception. ISBN 978-0-7596-4037-5. Archived from the original on 10 January 1998. Retrieved 19 October 2015.
19. Beattie, Cordelia; Stevens, Matthew Frank (1 January 2013). Married Women and the Law in Premodern Northwest Europe. Boydell Press. ISBN 9781843838333.
20. Jewell, Helen M (2007). Women in Dark Age and Early Medieval Europe. New York: Palgrave Macmillan. pp. 37–39. ISBN 978-0333912591.
21. Macdonald and Scherf, "Introduction", pp. 11–12.
22. Burlingame, Dwight (2004). Philanthropy in America: A Comprehensive Historical Encyclopedia. ABC-CLIO. p. 511. ISBN 9781576078600.

23. "Meiji Reforms – Kishida Toshiko, (1863–1901) – Japan – Primary Source".
womeninworldhistory.com.
24. "Beyond the Glass Ceiling: Expanding Female Leadership in Mongolian Politics and
Businesses". UNDP.

REFERENCES:

1. *Some Questions on Feminism and Its Relevance in South Asia* by Kamla Bhasin and
Nighat Said Khan
2. *Amin Ahsan Islahi (1904–1997) was a renowned Islamic scholar. He passed away in
Lahore on December 15, 1997. His famous Quranic commentary is Tadabbur-e-Quran.
Source: Islamic Encyclopedia by Qasim Muhammad Waj, p. 273*
3. *Maulana Syed Abul A'la Maududi, Purdah, Islamic Publications Pvt. Ltd., 3 Court Street,
Lower Mall Road, Lahore, 1958 Edition, Reprinted November 2002, p. 164*
4. *Feminist Theory Today: An Introduction to Second-Wave Feminism* by Judith Evans, p.
11
5. *Feminist Theory Today: An Introduction to Second-Wave Feminism* by Judith Evans, p. 2
6. *Allama Muhammad Iqbal, Zarb-e-Kaleem, in Kulliyat-e-Iqbal (Compiled by Ahmad
Raza), Idara Ahl-e-Qalam, Lahore, First Edition 2005, p. 208*
7. *Syed Muhammad Qutb, Islam and the Doubts of the Modern Mind, Urdu translation of
Shubuhut Hawl al-Islam by Kiyani Muhammad Saleem, Al-Badr Publications, Urdu
Bazar, Lahore, Third Edition, March 1981, p. 170*
8. *Johan Nicholson*
9. *Overview: Women and Technology Resources for Our Future, "Women and
Technological Change in Developing Countries," Edited by Roslyn Dauber and Melinda
L. Cain, p. 4*
10. *The Feminist Challenge* by David Boucher, p. 12
11. *Khalid Sohail, "Some Important Glimpses of the Struggles of Western Women," in
Western Women and Literary Life, p. 103*
12. *A Lesser Life: The Life of Women's Liberation in America* by Sylvia Ann Hewlett,
Publisher: William Morrow & Co., February 1986, p. 160
<http://www.businessweek.com/bios/sylviaannhawlette.html>
13. *Graduated with honors from Cambridge (UK) and Harvard (USA), holds a PhD in
Economics, served as Director of U.S. Economic Policy, a critic of feminist ideologies,
and sees them as obstacles to national economic development.*
14. *Fran P. Hosken, "Towards a Definition of Women's Rights," in Human Rights Quarterly,
Vol. 3, No. 2, May 1981, pp. 1–10*
15. *Karen Rhea Nemet-Nejat (1998), Daily Life in Ancient Mesopotamia, Greenwood
Publishing, ISBN 978-0313294976*
16. *Joshua J. Mark, "Women in Ancient Egypt," Ancient History Encyclopedia, November 4,
2016. Retrieved July 26, 2017.*
17. *Comments on Ashtadhyayi 3.3.21 and 4.1.14 by Patanjali. Source: R.C. Majumdar &
A.D. Pusalker (1951), The History and Culture of the Indian People, Volume I: The Vedic
Age, Bharatiya Vidya Bhavan, Bombay, p. 394*
18. *Frank L. Caw Jr., Biblical Divorce and Re-Marriage. Archived from the original on
August 12, 2003. Retrieved October 19, 2015. Also in: The Ultimate Deception, February
10, 2005. ISBN 978-0-7596-4037-5. Archived January 10, 1998.*

19. Cordelia Beattie and Matthew Frank Stevens, *Married Women and the Law in Premodern Northwest Europe*, Boydell Press, January 1, 2013, ISBN 9781843838333
20. Helen M. Jewell, *Women in Dark Age and Early Medieval Europe*, Palgrave Macmillan, 2007, pp. 37–39, ISBN 978-0333912591
21. Macdonald and Scherf, “Introduction,” pp. 11–12
22. Dwight Burlingame, *Philanthropy in America: A Comprehensive Historical Encyclopedia*, ABC-CLIO, 2004, p. 511, ISBN 9781576078600
23. “Meiji Reforms – Kishida Toshiko (1863–1901) – Japan – Primary Source,” womeninworldhistory.com
24. “Beyond the Glass Ceiling: Expanding Female Leadership in Mongolian Politics and Businesses,” UNDP